پاکستان : حصارِ اسلام

(ایک مطالعہ)

رفیع الدین ہاشمی

پاکستان حصار اسلام ہے اور اس کی تقدیر اور اس کا مستقبل اسلام ہی سے وابستہ ہے۔ وطن عزیز کی پچاس سالہ تاریخ' پروفیسر محمد منور صاحب کے اس موقف کی تائید کرتی ہے اور یہ موقف معدودے چند' سیکولرازم گزیدہ دانش وروں کو چھوڑ کر' ہر محب وطن' دین سے وابستہ اور دردمند پاکستانی مسلمان کا موقف ہے کہ پاکستان کی معنویت اور اس کا استحکام' وطن عزیز کی اسلام سے وابستگی' اسلامی اصولوں کی پاسداری اور اسلامی اقدار کے فروغ میں مضمر ہے--- تاریخ کی منطق کے علاوہ' خود قائداعظم محمد علی جناحؒ ' مملکت خداداد کی (سیکولر نہیں) اسلامی شناخت پر ایمان رکھتے تھے۔ پروفیسر صاحب حال ہی میں شائع ہونے والی اپنی نئی کتاب' "پاکستان: حصار اسلام" میں کہتے ہیں کہ جب پاکستان معرض وجود میں آگیا تو اس کی دینی اور اسلامی مملکت ہونے کے ثبوت میں قائداعظمؒ نے مغربی پاکستان میں ۱۵راگست کی صبح کو پاکستان کا جھنڈا خود نہ لہرایا' بلکہ فتح و نصرت کی اس علامت کو علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے حق پرست ہاتھوں سے فضا میں لہروایا۔ اسی طرح مشرقی پاکستان میں خواجہ ناظم الدینؒ کے بجائے' علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے لہرایا۔ اس طریقے سے حضرت قائداعظمؒ اہل پاکستان اور اہل علم پر روشن کر دینا چاہتے تھے کہ وہ پاکستان کی حکومت و سیاست کو کیا رنگ دینا چاہتے ہیں۔ قائداعظمؒ نے ظہور پاکستان سے قبل بھی' اور بعد میں بھی پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ قرار دیا۔ پاکستان بن جانے کے بعد قائداعظمؒ نے پاکستان کا ذکر بار بار "مسلم سٹیٹ آف پاکستان" کہہ کر کیا' اور دنیا کے ہر نظام کے مقابل اسلام کو برتر نظام قرار دیا (ص ۶۳)۔ اس کتاب کے ذریعے معلوم ہوا کہ Pakistan is the fortress of Islam (پاکستان حصار اسلام ہے) کے الفاظ قائداعظمؒ نے اپنی ایک تقریر میں استعمال کیے تھے (ص ۱۹۴)۔

پاکستان اور بھارت کے درمیان بہ ہر نوع ایک دوری' تفاوت اور بعد المشرقین امر مسلم ہے اور باہمی تنازعات اور اس کے نتیجے میں ایک مستقل کش مکش (conflict) کا اصل سبب کہ برعظیم کے مسلمانوں کا

اپنے دین سے وابستگی پر اور پاکستان کا اپنی اسلامی شناخت پر اصرار ہے۔ سید الطاف حسین حالی نے سرزمین ہند کو "اکال الامم" قرار دیا تھا یعنی قوموں کو ہڑپ کرنے والی سرزمین--- بیرون ہند سے جو قوم آئی' ہندوؤں نے اسے اپنے اندر جذب کر لیا مگر مسلمان اس قدر سخت جان نکلے کہ وہ جذب و تحلیل نہ ہو سکے اور اپنی شناخت پر مصر رہے۔ چنانچہ مسلمانوں سے ہندو جاتی کی بنائے مخاصمت' مسلمانوں کا اپنے دین و ایمان اور اپنے اسلامی تشخص پر اصرار ہے۔ جہاں تک ہندوؤں کا بس چلا' انھوں نے اس تشخص کو ختم کرنے' مٹانے اور کم کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۳۷ سے ۱۹۳۹ تک ہندو اکثریتی صوبوں میں ہندو راج تھا۔ وہاں مسلم دشمن نصاب تاریخ نافذ کیا گیا۔ بندے ماترم جیسے مسلم کش گیت کو بہ جبر قومی گیت بنایا گیا اور گاندھی جی کے بت کے سامنے مسلمان بچوں کو مودب ہو کر ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہونے کا حکم دیا گیا (ص ۷۵)۔ اور دوسری طرف ہندو مسلم فسادات کے ذریعے مسلمانوں کا قتل و غارت اور ان کی معاشی تباہی کا اہتمام' جو آج بھی جاری ہے۔ ان کے نزدیک' اردو زبان بھی مسلمانوں کے تشخص کی علامت تھی (مہاتما گاندھی کا اعتراض تھا کہ اردو ابجد کی شکل قرآنی حروف سے ملتی جلتی ہے)۔ اس لیے اردو کی بیخ کنی بھی ضروری تھی۔ ۱۹۳۷ میں ہندو حکمرانی کے علاقوں میں ڈاک خانے والوں نے اردو میں تحریر کردہ منی آرڈر قبول کرنے سے انکار کرنا شروع کر دیا تھا (ص ۲۴)۔ مسلم اکثریت والے صوبے (پنجاب) کی واحد یونی ورسٹی (پنجاب یونی ورسٹی) پر ہندوؤں کا تسلط تھا' اس لیے ۱۹۴۷ تک اس میں اردو زبان کو اختیاری مضمون نہ بنایا جا سکا (ص ۲۷)۔ اسی ہندو ذہنیت کی مثالیں دیتے ہوئے پروفیسر محمد منور بتاتے ہیں کہ مجھے کل کی طرح یاد ہے کہ سرگودھا شہر کی موہنی مل میں کئی مسلمان مزدور ہندو نام اختیار کر کے اور ہندو پہناوا دھار کر ملازمت کر رہے تھے (ص ۲۷)۔ ہندو سائنس ماسٹر طعنے دے دے کر مسلم طلبہ کو سائنس کی کلاس سے بھگا دیتے تھے کہ جاؤ بیٹا' تم مسلمان ہو' فارسی عربی پڑھو' ساتھ ڈرائنگ لے لینا (ص ۲۹)۔

دنیا میں ایسی متعصبانہ ذہنیت کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اسی کا شاخسانہ ہے کہ بھارت نے پاکستان کے وجود کو کبھی تسلیم نہیں کیا۔ بھارتی قائدین ایک تسلسل کے ساتھ برملا کہتے چلے آئے ہیں کہ بھارت کا وجود گئوماتا کی طرح پوتر ہے اور چونکہ اس مقدس سرزمین (پوتر وجود) کے ایک حصے پر پاکستان قائم ہے اس لیے اسے مٹانا ناگزیر ہے۔ پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ جب تک ہندو جاتی اہل پاکستان کو شکست دینے اور اپنی بالاتری منوانے سے کامل طور پر مایوس نہیں ہو جاتی' نہ چین لے گی اور نہ چین لینے دے گی (ص ۷)۔

پروفیسر محمد منور کے مضامین کا یہ مجموعہ' بنیادی طور پر انھی دو نکات (پاکستان کا اسلامی تشخص' بھارت کی مسلم دشمن متعصبانہ ذہنیت) کی وضاحت اور ان کی تفہیم و تشریح پر مشتمل ہے۔ چند سال پہلے ان کے' تقریباً اسی نوعیت کے مضامین کا ایک مجموعہ "دیوار برہمن" کے نام سے چھپا تھا۔ پروفیسر موصوف ایک نامور اقبال شناس' ادیب اور شاعر اور تحریر و تقریر پر یکساں قدرت رکھنے والے دانش ور ہیں۔ زیر نظر مضامین'

اسلام کے لیے ان کی دردمندی اور پاکستان کے لیے ان کی محبت، بہ الفاظ اقبال: "درد و سوز آرزو مندی" کے آئینہ دار ہیں۔ انھیں مختلف عنوانات (تحریک پاکستان، ہندو جاتی کی ذہنیت، انگریزی اسلام دشمنی، استحکام پاکستان، حصار اسلام، پاکستانی سیاست دان، جنگ ستمبر اور جنگ دسمبر، روسیات اور قائداعظمؒ: قائد اسلام) کے تحت مرتب کیا گیا ہے--- ایک رواں دواں غیر رسمی اور بے تکلفانہ تقریری اسلوب میں پروفیسر صاحب، قارئین کو موضوع کے ان گوشوں کی جھلک دکھاتے ہیں، جو عام طور پر لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ اپنے مشاہدات و تجربات اور تاریخ و سیاسیات کے وسیع مطالعے کی بنا پر، وہ بجا طور پر بھارت کے ساتھ کسی بھی عہد و پیمان یا دوستی یا تہذیبی تعاون یا تجارت کے مخالف ہیں کیونکہ یہ ایک "جعلی تقرب" ہو گا (ص ۱۵۶)۔ پھر یہ کہ ہنود کے علاوہ ہمیں یہود کی خفیہ اور لطیف چالوں سے بھی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ پاکستان کو دشمن نمبر ایک سمجھتے ہوئے اسرائیل کے لیے جملہ مسلمان ملکوں میں سب سے پہلے پاکستان کو زک پہنچانا لازم ہے (ص ۱۴۵)۔ کتاب میں ضمناً بہت سے موضوعات پر دلچسپ اور معلومات افزا گفتگو ملتی ہے، مثلاً جہاد افغانستان اور روس، جنرل محمد ضیاء الحق اور کلاشن کوف کلچر، بنیاد پرستی، جمہوریت، کشمیر، سقوط مشرقی پاکستان وغیرہ۔

پروفیسر صاحب کے نزدیک، پاکستان، مسلمانوں کے لیے بہ منزلہ ایک مسجد کے ہے، وہ متاسف ہیں کہ ۱۹۷۰ کے دور میں شیخ مجیب اور بھٹو نے، تحریک پاکستان کے اساسی مقاصد کو پس پشت ڈال کر اسلام کی نئی تعبیر کی اور اقتدار میں آ گئے--- منور صاحب کہتے ہیں: حق یہ ہے کہ انھیں ہم خود لائے، ہمارے اعمال لائے، وہ ہمارے کرتوت کی سزا تھے، وہ فطرت کا تازیانہ تھے، قوم کو لقموں کے بجائے سونے چاندی کی بھوک لاحق ہو گئی تھی (ص ۲۰۵)۔ راقم کے نزدیک لمحہ فکریہ تو یہ ہے کہ اب اس بھوک کا کیا حال ہے؟ کیا یہ دوچند، بلکہ سہ چند نہیں ہو گئی ہے؟ بلکہ اس سے بھی سوا:

وہی دیرینہ بیماری، وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

پروفیسر صاحب کہتے ہیں کہ تحریک پاکستان تاحال جاری ہے، ابھی مسجد کی تعمیر مکمل نہیں ہوئی۔ وہ دعاگو ہیں: اے مولا، ہمیں کوئی مرد کار عطا کر--- مولا، ہمیں موجودہ پاکستان کے تحفظ اور موعودہ پاکستان کے حصول کی توفیق دی، ہمیں صرف اور صرف اسلام کے دامن سے وابستہ کر دے اور ہمارا مستقبل سچ مچ روشن ہو جائے (ص ۲۰۸، ۲۰۹)۔ (کتاب کے ناشر: گوہر سنز، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔ قیمت: ۱۸۰ روپے)۔